

پروپیگنڈہ کا جواب عمل سے!

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

کئی سال پہلے کی بات ہے، میں دہلی سے حیدرآباد آ رہا تھا، میرا ریزیشن فرسٹ کلاس میں تھا فرسٹ کلاس کے کیمبن میں عام طور پر دو یا چار برتھ ہوتے ہیں، لیکن اتفاق سے یہ یوگی کے کنارے کا کیمبن تھا، وہ ایک طرف سے کسی قدر دبا ہوا تھا، اس لئے اس میں تین برتھ تھے، دہلی سے ہم دہلی آئی اس کیمبن میں سوار ہوئے، ایک طرف میں، اور ایک طرف میرے ہی ہم عمر ایک مسافر جو سفید کرتے اور دھوئی میں ملبوس تھے اس کی پیشانی سرخ و سفید قشے ہندو مذہب پر اس کے ایتھن اور اس کی مذہبیت کو ظاہر کر رہے تھے، گاڑی جب بھوپال پہنچی تو ایک ہندو فیملی آئی، ان کے ساتھ ایک لڑکی تھی، جس کی عمر اٹھارہ بیس سال رہی ہوگی، یہ لوگ اصل میں ناگپور کے رہنے والے تھے، اور کسی ضروری امر کے تحت لڑکی کو اچانک بھیج رہے تھے، مبارکباد اور تمنا ایک لڑکی کا سفر ماس سے وہ لوگ پریشان تھے۔

انہوں نے کیمبن میں اس کا سامان رکھا، اور حالانکہ وہ ہندو بھائی میرے سامنے ہی بیٹھے تھے، اور میری شکل و صورت سے ان کے لئے یہ پہچاننا بالکل دشوار نہیں تھا کہ میں مسلمان ہی نہیں بلکہ ایک مولوی واقع ہوا ہوں، اس کے باوجود وہ ہماری طرف مخاطب ہوئے، اور کہنے لگے: ”مولانا صاحب! اسے ناگپور جانا ہے، یہ اب آپ کی لڑکی ہے، اور ہم اسے آپ کے حوالے کر رہے ہیں“۔ گاڑی نے سیٹی بجائی اور انہوں نے ہاتھ ہلاتے ہوئے اپنی لڑکی کو رخصت کیا، میں برابر اس سے پوچھتا رہا کہ کوئی تکلیف تو نہیں ہے، جب میں اپنے لئے پانی لینے کو اترتا تو اس کے پانی کا برتن بھی ساتھ لے لیتا۔

یہ لڑکی طالبہ تھی، اور کسی قدر شوخ بھی، کچھ دور بعد اس نے مجھ سے کچھ سوالات کئے، جب اسے معلوم ہوا کہ میں اسلامی علوم کی تدریس کا کام کرتا ہوں تو اس نے اسلام کے بارے میں بہت سے سوالات کئے، جن میں زیادہ تر قرآن اور نبی کی ضرورت سے متعلق تھے، اس نے مذہب کی ضرورت کو تسلیم کیا۔ لیکن اس کے بعد اسلام میں خواتین کا کیا درجہ و مقام ہے؟ اس بارے میں سوالات کی بوچھاڑ کر دی، مجھے حیرت ہوئی کہ اس بارے میں اسے کافی مخالفانہ معلومات حاصل تھیں، تعدد ازواج، طلاق، میراث، پردہ عام طور پر وہ تھوڑی بحث کے بعد میرے جواب سے مطمئن ہو جاتی، آخر میں اس نے دیت (خون بھا) کے بارے میں سوال

کیا، آپ کے مذہب میں عورتوں کے خون کی قیمت مردوں کے خون سے کم رکھی گئی ہے؟ مجھے تعجب ہوا کہ بہت سے تعلیم یافتہ مسلمانوں کو بھی اسلام کے قانون و دیت کے بارے میں علم نہیں ہوگا، لیکن اس نوعمر غیر مسلم لڑکی کو یہ معلومات حاصل تھیں، میں نے اس کو بتایا کہ دیت کا تعلق انسان کے درجہ و مقام سے نہیں، بلکہ اس میں دو پہلو ہیں، ایک تو قاتل کی سرنش، دوسرے مقتول کے پسماندگان کی معاشی مدد، صورت حال یہ ہے کہ مرد پر خاندان کی معیشت کا بوجھ ہوتا ہے، اگر وہ مارا جائے تو بچے ہوئے لوگوں کو دکھ تو ہوتا ہی ہے، ساتھ ہی ساتھ اس کے زیر پرورش لوگوں کی گزراوقات کا بھی مسئلہ ہو جاتا ہے، اگر عورت ماری جائے تو صدمہ تو بعض اوقات مرد کے قتل سے بھی زیادہ ہوتا ہے، کیوں کہ ایک بچہ کے دل میں ماں کی محبت باپ سے زیادہ ہوتی ہے، لیکن معاشی مسائل پیدا نہیں ہوتے، اسی بنیاد پر مرد کی دیت زیادہ رکھی گئی، تاکہ قاتل کی سرنش بھی ہو، اور مقتول کے لوگوں کے لئے جو معاشی مسائل پیدا ہوئے ہوں، کسی حد تک ان کا مداوا بھی ہو سکے، عورت کی دیت میں صرف قاتل کی سرنش کو ملحوظ رکھا گیا ہے، اس لئے مقدار کا یہ فرق مقتول کی وجہ سے پیدا ہونے والے مسائل کو ملحوظ رکھ کر کیا گیا ہے، نہ کہ درجہ و مقام کی بناء پر، اگر درجہ و مقام کی بناء پر دیت میں فرق کیا جاتا تو نیک و بد اور عالم و جاہل، حاکم اور محکوم اور مذہبی نقطہ نظر سے مسلمان اور غیر مسلم کے درمیان بھی کیا جاتا۔

اس کے بعد اس نے کہا کہ مجھے اسلام سے بڑی دلچسپی ہے، اور یہ میرے لئے بہت اچھا موقع ہے کہ مجھے براہ راست ایک مسلمان اسکالر سے اسلام کو سمجھنے کا موقع مل رہا ہے، اس نے مجھ سے بار بار اشتعال انگیز اور غصہ دلانے والے سوالات کئے، لیکن میں نے ہمیشہ قتل اور صبر کے ساتھ جواب دیا، اس بات نے خاص طور سے اسے متاثر کیا، اور کہنے لگی کہ کیا آپ کو غصہ آتا ہی نہیں ہے؟ میں نے اسے حضور کی وہ حدیث سنائی جس میں بار بار آپ سے جینے کا طریقہ دریافت کیا گیا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر بار ایک ہی بات ارشاد فرمائی کہ غصہ نہ کرو، لا تغضب، جب ٹرین ناگپور پہنچی تو اس کے ماموں وغیرہ پلیٹ فارم پر موجود تھے، اس نے اپنے رشتہ داروں سے کہا کہ ”مولانا صاحب ہمارے گرو اور ہمارے پتاجی کے سان ہیں“، یعنی ہمارے استاذ اور باپ کے درجہ میں ہیں، پھر ٹرین کھلنے تک وہ لوگ رکے رہے، اور میری توضیح کرتے رہے۔ یہ واقعہ ہمیں ہمیشہ یاد رہتا ہے، جہاں تک اسلام کے بارے میں سوال و جواب کی بات ہے، تو اس کی نوبت تو ٹرینوں اور سوار یوں میں آتی ہی رہتی ہے، اصل میں جس چیز نے مجھے متاثر کیا وہ یہ کہ اس کیمین میں میرے برابر ہی میں ایک ہندو شخص موجود تھا اور اپنی ہندو پہچان کے ساتھ تھا، نیز اسے بھی حیدر آباد آنا تھا، انسان کے لئے عزت و آبرو کا مسئلہ جان و مال سے بھی زیادہ اہم ہوتا ہے، لیکن یہ مقابلہ اس غیر مسلم کے ہندوستان میں ہندو فکر کے سب سے بڑے مرکز ناگپور کے ہندوؤں نے ایک مسلمان مولوی پر زیادہ اعتماد کیا، اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اسلام اور حاکمین اسلام کے بارے میں سماج کیا سوچتا ہے؟ اور ظاہر ہے کہ یہ سوچ تجربات پر مبنی ہوتی ہے۔ اکتوبر کے واقعہ سے پوری دنیا میں اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں غلط فہمی کی گھٹائیں چھا گئی ہیں، لیکن خود میرے ساتھ بعض واقعات اس کے بعد ایسے پیش آئے جس نے مجھے حیرت میں ڈال دیا، حیدر آباد میں ایک مارکیٹ خرب بازار ہے، جس میں الیکٹریک اشیاء اور تعمیراتی سامان کے علاوہ گیس کے چولہوں کی بھی بڑی دکانیں ہیں، جمعہ کے دن مسجد جاتے ہوئے ایک چولہا خریدنے انی بازار کی ایک دکان میں جانا

ہوا، جو ہندو بھائی کی دکان ہے، ہم نے ایک چولہا پسند کیا، قیمت طے کر لی، اور اسے پیک کر لیا، اب جو جیب میں ہاتھ ڈالا، تو متعینہ قیمت میں پانچ سو روپے کم تھے، میں بڑا شرمندہ ہوا، اور ان سے کچھ ظاہر کئے بغیر کہا کہ آپ ابھی اس سامان کو اسی طرح رہنے دیں، میں انشاء اللہ کل آکر لے جاؤں گا، اس نے سبب پوچھا، میں نے ٹالنا چاہا، لیکن جب اس نے اصرار کیا تو میں نے صورت حال بتادی، اس نے بلاتال کہا کہ اس میں کیا بات ہے؟ جو پیسے ہیں دے دیں اور چولہا لے جائیں، آپ دھوکہ کھوڑا ہی دیں گے، میں ہچکچایا، لیکن اس نے اپنے ملازم سے چولہا میری گاڑی میں رکھوایا، اور کہا کہ کل ہی پیسہ لا کر دینا ضروری نہیں، آپ دو چار روز میں جب بھی اس طرف آئیں، اس وقت مجھے پیسے دے دیں، ظاہر ہے کہ اس کا یہ اعتماد مجھ پر نہیں، بلکہ داڑھی، ٹوپی اور میری مولویانہ وضع پر تھا، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ذرائع ابلاغ کے بدترین پروپیگنڈوں کے باوجود آج بھی مسلمان مذہبی طبقہ پر لوگوں نے دیکھا ہوگا کہ جب کوئی مسلمان جھوٹ بولتا تو غیر مسلم نہیں عار دلاتے کہ تو مسلمان ہو کر جھوٹ بولتا ہے؟ یہ چھوٹی چھوٹی باتیں اور معمولی واقعات ہیں، اس طرح کے واقعات پیش آتے رہتے ہیں، اور بہت سے عملی طور پر اس کے تجربے سے گزرتے ہیں، جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس ملک کے رہنے والوں کے ذہن پر اسلامی اقدار اور اسلامی اخلاق کے تین ایک نقش جیل اب بھی ثبت ہے۔

فرقہ پرست عناصر چاہتے ہیں کہ غیر مسلم اذہان سے اس نقش کو مٹا دیں، اور ان کے ذہن میں یہ بات راسخ کر دیں کہ مسلمان قاتل، رہزن، لیرے، عورتوں پر ظلم و جور و راکھنے والے، دھوکہ باز اور اپنی قوم کے علاوہ سبھوں سے نفرت کرنے والے لوگ ہوتے ہیں، مسلمان علماء اور اہل مدارس کے بارے میں لوگوں کے ذہن میں عام تصور یہی تھا کہ یہ نیک اور انسانیت پسند لوگ ہوتے ہیں، اسی لئے خاص طور پر انہیں دہشت گرد اور شدت پسند ثابت کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے، یہ ایسی صورت حال ہے کہ آزاد ہندوستان میں مدارس کے لئے کبھی ایسی صورت حال پیش نہیں آئی تھی، اور دوسری جنگ عظیم کے بعد عالمی سطح پر مسلمان ایسی ”پروپیگنڈہ جنگ“ کا نشانہ نہیں بنے تھے، پروپیگنڈے کی یہ جنگ تو پدفنگ کی جنگ سے بھی بڑھ کر ہے، کیوں کہ تھیاریوں کی جنگ ہر جگہ نہیں کی جاسکتی، اور ہر شخص اس سے متاثر نہیں ہوتا، لیکن پروپیگنڈہ کے لئے کوئی سرحد اور کوئی دائرہ نہیں ہے، یہ بچے سے بوڑھے، مردوں سے عورتوں، اور دانشوروں سے جاہلوں تک ہر طبقہ کو متاثر کرتا ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ نصف صدی سے مغرب کی غلامی کی وجہ سے ہم اس موقف میں نہیں ہیں کہ ان پروپیگنڈوں کا مقابلہ ان ہی وسائل سے کریں جنہیں مغرب استعمال کر رہا ہے، کیوں کہ ذرائع ابلاغ پر پوری طرح مخالف اسلام لابی (Lobby) قابض ہے، عالم اسلام کا حال یہ ہے کہ ان کی کوئی منظم، عالمی نیوز ایجنسی بھی نہیں ہے، جو لوگوں تک صحیح خبریں پہنچائے، اور جھوٹی خبروں کا پردہ فاش کرے، ہندوستان میں ہمارا حال یہ ہے کہ ہمارے پاس کوئی انگریزی اخبار نہیں، نہ مسلمانوں کا ایسا ہی وی چینل ہے جس کی رسائی دوسرے چینلوں کے مقابلہ کی ہو، اس غفلت کیش، بے سروسامانی اور وسائل و اسباب کے باب میں بے جا قناعت کے ساتھ ہم کیا خاک اس پروپیگنڈہ کا مقابلہ کر سکیں گے؟

ہمارے لئے ایک ہی صورت ہے کہ ہم پروپیگنڈہ کا جواب عمل کے ذریعے دیں، عمل کے جواب میں کچھ دہکتی ہے، لیکن اس کے اثرات گہرے اور دیرپا ہوتے ہیں، پروپیگنڈہ کے ذریعے جلد بھلتی ہے، لیکن اس کا اثر دیر تک نہیں رہتا، مسلمان ایک منصوبے کے ساتھ غیر مسلم بھائیوں سے حسن سلوک اور حسن اخلاق کا رویہ اختیار کریں، یہ کوئی مصنوعی اور نمائشی عمل نہیں ہوگا بلکہ اسلامی احکام اور نبوی ہدایات کے عین مطابق ہوگا۔ سفر کے درمیان جن غیر مسلموں کا ساتھ ہو، ان سے نرم گفتگو کریں، ان کے معاملے میں ایثار سے کام لیں، کوئی عورت یا عمر دراز شخص آجائے تو خود سٹ کر یا اٹھ کر ان کو بٹھادیں، کسی کو پانی کی ضرورت ہو تو پانی پیش کریں، غیر مسلم فقراء کی اعانت کریں، محلہ میں کوئی غیر مسلم بیمار ہو تو اس کی عیادت کر لیں، غریب ہو تو علاج کے لئے کچھ پیسہ دے دیں، غیر مسلم بھائی کے یہاں شادی ہو، یا بچہ کی ولادت ہو تو جا کر مبارک باد دیں، کسی کے یہاں انتقال ہو جائے تو تعزیت کریں، اسپتالوں میں جا کر بیمار غیر مسلم بھائیوں کو کھل پیش کریں، آپ ڈاکٹر ہوں تو ان میں جو غریب لوگ ہوں، مفت ان کا علاج کر دیں، تاجر ہوں تو غیر مسلم گاہکوں کے ساتھ اکرام سے پیش آئیں۔

اگر وہ اپنی ناجبھی یا تعصب کی وجہ سے مذہبی جذبات کو مجروح کرنے والے سوالات کر لیں تو بغیر اشتعال کے سنجیدگی اور متانت کے ساتھ ان کے سوال کا جواب دیں، اگر کسی مسلمان اور غیر مسلم کا معاملہ ہو تو مسلمان کی بے جا طرف داری نہ کریں، بلکہ جو بات عدل و انصاف کی ہو وہ کہیں، ان کے مذہبی جذبات کو ٹھیس نہ پہنچائیں، ان کے دیوی دیوتاؤں اور مذہبی پیشواؤں کے بارے میں سطح سے گری ہوئی باتیں نہ کہیں، آپ کے پڑوس میں جو غیر مسلم رہتے ہوں اپنی جان و مال کی طرح ان کی جان و مال اور اپنی عزت و آبرو کی طرح ان کی عزت و آبرو کی حفاظت کریں۔

یہ ساری باتیں سیاست اور وقتی مصلحت کی نہیں ہیں، بلکہ ہمیں اللہ اور اس کے رسول نے ان باتوں کا حکم دیا ہے، اور یہ ایک مذہبی فریضہ ہے، جو ہم پر بحیثیت مسلمان عائد ہوتا ہے، اگر واقعی ہم دین کے ان احکام پر عمل کریں اور عملی زندگی میں اس کو ملحوظ رکھیں تو یہ عمل کے ذریعے پروپیگنڈہ کا جواب ہوگا، یہ جواب انشاء اللہ اس پروپیگنڈہ سے زیادہ مؤثر اور دیرپا ہوگا۔ مکہ والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اپنی پروپیگنڈہ مہم کو تیز کئے ہوئے تھے، حج کا اجتماع، عکاظ کا تجارتی میلہ اور اسفار ہر جگہ وہ پوری قوت سے اس مہم میں سرگرم تھے، ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح مکہ سے پہلے یہ مواقع حاصل نہیں تھے، لیکن مدینہ کی ہستی کو آپ نے اخلاق و محبت، مردت و رواداری اور انسانی شرافت کا گہوارہ بنادیا تھا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ پروپیگنڈوں سے بدگمان رہتے، اور کسی مسلمان سے گھٹنہ دو گھٹنہ بھی ملاقات ہوتی تو ان کے دل کی حالت بدلنے لگتی، مکہ سے ہجرت کر کے آنے والے مسلمانوں کی تعداد تین سو کے آس پاس تھی، لیکن جب فتح مکہ کے موقع پر مسلمان فاتحانہ مکہ میں داخل ہوئے تو ان کی تعداد کم و بیش دس ہزار تھی، اور جان نثاروں کے اس نورانی لشکر کو دیکھ کر اہل مکہ کی نگاہیں خیرہ ہو رہی تھیں، یہ کس چیز کا کرشمہ تھا؟ یہ وہی عمل اور حسن اخلاق کے ذریعے پروپیگنڈہ کا مقابلہ تھا، اس وقت یہ ہمارا مذہبی فریضہ ہے کہ ہم حسن عمل، حسن سلوک، حسن اخلاق اور حکمت و مصلحت کی تلوار سے اس جھوٹے پروپیگنڈہ کا مقابلہ کریں۔